# قصیدہ در مدح امام دو جہاں خسروِ کون و مکاں حضرت امام علی رضاؑ

علامہ ماتیؔ جائسی

یہ فطرت ہے کہ ناکامی پہ اشک آنکھوں میں بھر آئے
وگر نہ آرزو کی شان ہی کب ہے کہ بر آئے

تمنا مسلکِ الفت میں ہے محرومی دائم
یہ دیکھے اپنا ماتم کامرانی تک اگر آئے

مجازاً اہل ظاہر کامیابی اس کو کہتے ہیں
حقیقت میں جو اہل دل کو ناکامی نظر آئے

محبت راہِ پُرخار تمنائے مسلسل ہے
جو ننگے پاؤں چل سکتا ہو وہ اس راہ پر آئے

صلائے عام ہے لیکن بہ ایں قیدِ خصوصی ہے
اُٹھے کوہِ بلا کا بار جس سر سے وہ سَر آئے

یہ تسلیم ورضا کی راہ یوں کاٹے نہیں کٹتی
لگا دے جان کی بازی تو سوئے رہ گذر آئے

یہاں ہر گام پر قربانیوں کی ہے طلب گاری
جہادِ نفس پر آمادہ آئے جو بشر آئے

جو انگاروں کے بستر پر گذارے زندگی ساری
وہ عیش جاوداں کا حوصلہ لے کر ادھر آئے

یہ سب کچھ ہے مگر سونی نہیں ہے یہ کڑی منزل
بہت ایسے ہیں جو رکھے ہوئے ہاتھوں پہ سر آئے

رضائے دوست ہو جاتی ہے جن کی جان کی قیمت
وہ جانبازان الفت با ہزاراں کرو فر آئے

رضا کو جس سے نسبت ہوگئی ایسا بھی اک آیا
کچھ اس کے بعد آئے ہیں کچھ اس سے پیشتر آئے

پڑھوں ممدوح کی شان گرامی میں اب اک مطلع
جمالِ حیدری کی جس میں رعنائی نظر آئے

علیؑ کا نام لے کر وارثِ جدّ و پدر آئے
رضاؑ جن کا لقب ہے وہ امام بحر و بر آئے

حکومت عاجز، ایسے فتنے لیکن استعانت کو
سیاست داں رضاؑ کے آستانِ پاک پر آئے

مسلسل شہ نے ٹھکرایا، مگر محتاج تھے ظالم
ولی عہدی کی لے کر پیش کش اربابِ شر آئے

ولی عہدی کو عزت جانتے ہیں یہ سگ دنیا
یہاں نقشِ قدم چومے شہنشاہی اگر آئے

شہنشاہی تو کیا شے ہے سلیمانی ملے اس کو
نگیں پر جس کے بن کر نقش نام ان کا اُبھر آئے

شرف جو نخل پائے ان کے ہاتھوں نصب ہونے کا
شفائے ہر مرض ہو اس شجر میں جو ثمر آئے

پڑھو ماتیؔ در شاہِ زمن پر اور اک مطلع
وہ مطلع جس میں شانِ قدرتِ باری نظر آئے

رضاؑ تیرے وسیلے سے دعا لب تک اگر آئے
تو استقبال کو لبیک کہہ کر خود اثر آئے

تر ا در بھی شہا مثلِ پدر باب الحوائج ہے — یہ محتاجوں کا مجمع کیوں نہ ڈیوڑھی پر نظر آئے
نگاہِ لطف کا محتاج، مولا میں بھی حاضر ہوں — وہ سائل کامراں ہے جو ترے دروازے پر آئے
تو ہے آگاہِ رازِ دل تو میرے غم کا افسانہ — مفصل کیوں زباں پر آئے یا کیوں مختصر آئے
مراہر موئے تن عصیاں ہے اس کا معترف ہوں میں — مگر در ہو ترا اور آرزو میری نہ بر آئے
کریمی ہے ازل سے پاک طینت میں تری شاہا! — کرم ہوتا ہے اس پر عفو کا طالب اگر آئے
بس اے آقا، گنہ بھی بخش حاجت بھی روا کردے — یہ ماتیؔ پھر جب آئے در پہ بارنگ دگر آئے

### بقیہ–علامہ نقوی ۱۸ سال کی عمر میں۔۔۔۔۔۔۔

بے پایاں حاصل ہوئی۔ خداوند کریم جناب ہی کی طرح انھیں زورِ تحریر وخطابت عطا فرمائے۔''

(دوسرا خط) ۸/ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

''مولانا علی محمد سلمہٗ کو پُرخلوص دعائیں سرفراز میں ان کے گراں قدر مضامین پڑھ کر دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔''

**(۹)** اور ابھی ماضیٔ قریب میں شائع ہونے والی علامہٗ نقوی کی انگریزی میں تفسیر قرآن مجید کی پہلی جلد میں ڈاکٹر مولانا سید کلب صادق نقوی صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

(ترجمۂ مضمون انگریزی) مولانا سید علی محمد نقوی ایک روشن فکر اور مشہور زمانہ باپ کے بیٹے ہیں۔ وہ مدینۃ العلوم ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ کے سکریٹری جنرل ہیں اور برصغیر (ہند) کے بڑے ممتاز عالم دین ہیں۔ اسلامی فلسفۂ حیات کا بہت گہرا ادراک رکھنے کے علاوہ، وہ نہ صرف دوسرے مذاہب بلکہ تازہ ترین صوفی تصورات سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔ اردو جو اُن کی مادری زبان ہے، اس کے علاوہ وہ عربی کے بڑے فاضل ہیں اور فارسی زبان میں تو بہت سے ایرانیوں سے شاید وہ بہتر ہیں۔ اس سب کے ساتھ، وہ انگریزی زبان کا ایسا وسیع علم رکھتے ہیں کہ وہ اس زبان میں جو پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، کئی کتابوں کی تصنیف وتالیف کرچکے ہیں۔ ان (کتابوں) میں ایک انتہائی نمایاں ہے 'A Manual of Islamic Beliefs and Practice' (اسلامی عقائد واعمال کی دستی کتاب)

مولانا کی تحریر کردہ کچھ کتابیں تہران یونیورسٹی کے تعلیمی نصاب میں داخل ہیں۔ قومیت کے موضوع پر اصلاً فارسی میں لکھی گئی ان کی ایک کتاب انگریزی زبان میں بھی 'Islam and Nationalism' (اسلام اور قومیت) کے عنوان سے شائع کی گئی اور بعد میں یہی دوسری بین الاقوامی زبانوں میں ترجمہ کی گئی۔

قرآن مجید کا ان کا انگریزی ترجمہ اپنی کلاسک (طرحدار) تفسیر اور دوسری خوبیوں کے سبب، نہ صرف شیعی حلقہ بلکہ پوری اسلامی دنیا میں بے مثل ہے۔

❁❁❁